21

# خُدا کے نبی پر ایمان لاؤ کہ عذاب سے بچو

(فرمودہ ۱۱؍ اکتوبر ۱۹۱۸ء)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

"بہت سے لوگ دُنیا میں اس قسم کے پائے جاتے ہیں کہ ان کی حالت سوئے ہوئے آدمی کی سی ہوتی ہے۔ جس طرح سوئے ہوتے انسان کو اس بات کا کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ میرے سرہانے کوئی دشمن مجھے مارنے کے لیے کھڑا ہے یا میرے پاس کوئی عزیز میری ہمدردی کے لیے بیٹھا ہے۔ وہ اگر اتفاقاً اچھا خواب دیکھتا ہے مثلاً یہی کہ میں تاجر ہوں بہت سارو پیہ آرہا ہے۔ خریداروں کی بھیڑ لگی ہوئی ہے اور جس قدر میں چاہتا ہوں نفع حاصل کرتا ہوں تو اس خواب کی حالت میں وہ خوشی سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ اس کے ذرّے ذرّے میں خوشی رچی ہوئی ہوتی ہے۔ گو عین اسی وقت اس کا دشمن تلوار لیے قتل کرنے کے لیے سرہانے کیوں نہ کھڑا ہو۔ یا وہ خواب میں دیکھتا ہے کہ میں بادشاہ ہوں۔ دُنیا کے بادشاہ میرے نام سے تھراتے ہیں میرے پاس بیشمار فوجیں ہیں جو اسلحہ سے مسلح ہیں اور کسی کی مجال نہیں کہ مجھے کچھ نقصان پہنچا سکے، لیکن ہوسکتا ہے کہ حقیقت میں اس وقت اس کے عزیز رشتہ دار مصیبت میں گرفتار ہوں اس کا گھر لُٹ رہا ہو اور اس کے پیارے جان توڑ رہے ہوں۔ تو خواب میں ایک (یہاں ایسی خوابیں مراد ہیں جو سچی اور خدا کی طرف سے نہ ہوں۔ بلکہ نفسانی خیالات ہوں) انسان بڑے بڑے خیالی پلاؤ پکا رہا ہوتا ہے۔ خوشی اور مسرت سے پھُولا نہیں سماتا۔ بڑے بڑے سبز باغ دیکھ رہا ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ سخت خطرہ کے منہ میں سخت مشکلات کے بھنور میں اور سخت مصائب کے دائرہ میں گھرا ہوتا ہے۔ اس کے بالمقابل دوسری طرف ایک شخص کی خواب میں تو یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ سمجھتا ہے۔ میں ایک بڑے سمندر میں غوطہ کھا رہا ہوں۔ جہاز ڈوب رہا ہے کوئی ایسی چیز نزدیک نہیں جس سے سہارا پکڑ کر زندہ رہ سکوں۔ چاروں طرف مایوسی ہی مایوسی گھیرے ہوئے ہے اور سمندر کی تہ کی طرف جا رہا ہوں اسی حالت میں اس کو خیال پیدا ہوتا ہے کہ مجھکو مچھلی نگل جائیگی اس خیال سے وہ کانپ اُٹھتا اور گھبرا کر چیخ مارتا ہے۔ ممکن ہے جب وہ ایسی ڈراؤنی خواب دیکھ کر گھبرایا ہوا چیخ مار کر اُٹھے۔ تو کسی نہایت شفیق اور

پیار کرنے والے کو اپنے پاس پاتے۔ جو اس پر ہزار جان سے قربان ہونے کے لیے تیار ہو، لیکن جس طرح پہلا شخص اصل حقیقت سے ناواقف ہو کر محض نفسانی خیالات اور وہمی نظاروں پر پھولا نہیں سماتا۔ اسی طرح یہ اصلیت سے انجان رہ کر ڈراؤنے نظاروں سے گھبرا اُٹھتا۔ اور کسی کو اپنا یار و مددگار نہیں سمجھتا۔

یہی حال دنیاوی معاملات میں بھی ہوتا ہے بہت لوگ اپنی ترقیات اور خواہشات اور کامیابیوں کے خیالات سے اُچھلتے ہیں۔ کامیابیوں کے سبز باغ ان کے پیش نظر ہوتے ہیں۔ اور وہ اس حالت میں پھولے نہیں سماتے۔ حالانکہ ہلاکت ان کے پاس کھڑی ہوتی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم بڑے کامیاب ہو رہے ہیں اور ابھی سارا مقصد حاصل کرلیں گے مگر خدا کے فرشتے کہتے ہیں کہ تم شکست کے گڑھے میں گر رہے ہو۔ اور ان کے بالمقابل بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی دُنیا میں تمام توقعات قطع ہو چکی ہوتی ہیں۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ ہمارا کوئی ہمدرد اور غمگسار نہیں ہم تباہ و برباد ہو گئے ہیں اور ہمارے بچنے کا کوئی طریق نہیں، لیکن ایک اُمید کا رستہ ان کے لیے کھول دیا جاتا ہے اور وہ خوشی کی جھلک دیکھتے ہیں۔ جو خدا کی طرف سے ہوتی ہے۔ کیونکہ جب انسان سب سے قطع ہو کر خدا کی طرف دیکھتا ہے۔ تو خدا کہتا ہے کہ مَیں تیری مدد و نصرت کو موجود ہوں۔ مَیں تجھے تباہ نہیں ہونے دُونگا۔

تو ایک شخص خواب میں ڈوب رہا ہوتا ہے۔ اور نہیں جانتا کہ میرے بچاؤ کی کوئی صورت ہے حالانکہ ممکن ہے کہ اس کا کوئی شفیق اسے گود میں لیے بیٹھا ہو۔ اور جس طرح ایک شخص خواب میں عمدہ نظارہ دیکھ کر بڑا خوش ہو رہا ہوتا ہے۔ حالانکہ ہو سکتا ہے اس وقت اس کا دشمن اسے ہلاک کرنے کے لیے سرہانے کھڑا ہو۔ اسی طرح وہ شخص جو خدا سے دُور ہوتا ہے سمجھتا ہے کہ میں کامیاب ہو جاؤنگا۔ اور ہر قسم کے فوائد حاصل کرلونگا، لیکن تباہ و برباد ہو جاتا ہے اور وہ جو تباہی و بربادی کے وقت خدا کے حضور جُھک جاتا ہے بچا لیا جاتا ہے۔ کیونکہ خدا اپنے بندے کی مدد کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتا ہے دیکھو ایک بچہ جب ڈراؤنی خواب دیکھ کر چیختا اور بلبلا اُٹھتا ہے تو اُسی وقت اس کی ماں بھاگتی ہوئی آتی ہے اور کہتی ہے میرے بچے تجھے کیا ہوا اور پیار سے گود میں اُٹھا لیتی ہے۔ وہ دیکھ رہا ہوتا ہے کہ میرے دشمن مجھے قتل کرنے کے لیے لئے جاتے ہیں۔ حالانکہ اس وقت اس کی ماں اس پر جُھکی ہوئی شفقت اور پیار سے پوچھ رہی ہوتی ہے کہ تجھے کیا ہوا۔ تو کیوں روتا ہے۔ اسی طرح انسان جب ہلاکتیں اور تباہیاں دیکھ کر گھبرا اُٹھتا ہے اور اپنے سامنے موت ہی موت دیکھتا ہے۔ تو اُس وقت خُدا اُس پر جُھکا ہوا ہوتا ہے اور اس ماں سے بھی زیادہ شفقت اور پیار کرنے کے لیے تیار ہوتا ہے۔ ڈراؤنی خواب دیکھ کر رونے اور بلبلانے والا بچہ جب اُٹھتا ہے تو جلدی سے جلدی اپنی ماں کی گود میں جانے کی کوشش کرتا ہے اور جب

ماں اسے گود میں اُٹھالیتی ہے تو بھی نادان بچہ روتا ہے۔ مگر اس وقت اس کا رونا خوف اور خطرہ کا رونا نہیں ہوتا۔ بلکہ خوشی کا رونا ہوتا ہے۔ لیکن انسان دانا ہو کر تجربہ کار ہو کر اور ایک عمر گذار چکنے کے بعد جب مصائب اور مشکلات میں گرفتار ہوتا۔ تباہی اور بربادی کے نظارے دیکھتا، ہلاکت اور موت کے منظر مشاہدہ کرتا ہے۔ تو چیختا چلاتا ہے۔ مگر خدا کی طرف نہیں جُھکتا۔ اس کی پناہ نہیں ڈھونڈھتا اور اس کی آغوش میں آنے کی سعی نہیں کرتا۔ نادان بچہ ڈرتا ہے اور روتا ہے۔ اور انسان بھی مصائب میں گرفتار ہو کر روتا ہے، لیکن بچہ جب ماں کی آغوش میں چلا جاتا ہے تو وہ رنج و خطر کا رونا چھوڑ کر خوشی کا رونا روتا ہے۔ کیونکہ اس کے نزدیک دُنیا بھر کی تکالیف کا علاج اگر کوئی ہے تو ماں کی آغوش ہی ہے اور جب وہ سمجھتا ہے کہ مَیں اس آغوش میں پہنچ گیا تو پھر ساری دُنیا کی بلائیں میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ مگر انسان روتا، حالانکہ خدا اسکے پاس ہوتا ہے اسی حالت میں بھی وہ روتا ہے اور اسکا یہ رونا بچہ کی طرح خوشی کا رونا نہیں ہوتا بلکہ خطرات کا رونا ہوتا ہے اور باوجود اس کے کہ خدا کی آغوش اس کے لیے کھلی ہوتی ہے۔ تاہم خدا کی آغوش میں وہ خطرات اور مصائب سے اپنے آپ کو محفوظ نہیں خیال کرتا حالانکہ ماں کی خدا کے مقابلہ میں کیا حیثیت ہے کہ جس کی گود کو ایک نادان بچہ ہر قسم کے خطرات سے بچنے کی جگہ سمجھتا ہے اور اسمیں پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔

جنگِ بدر کا واقعہ ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک عورت گھبرائی ہوئی پھر رہی تھی آپ نے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ تم جانتے ہو یہ عورت کیوں گھبرائی ہوئی پھرتی ہے۔ اس کا لڑکا ہے۔ جو اس سے جُدا ہو گیا ہے۔ یہ اس کو تلاش کرنے جا رہی ہے۔ اس کو خیال ہے کہ آج جنگ کا دن ہے۔ تلواریں چل رہی ہیں۔ کہیں میرا بچہ ہلاک نہ ہو جاتے۔ یا غلام بنا کر بیچا نہ جاتے۔ اور پھر خُدا جانے کس کس ملک میں مارا مارا پھرے۔ ہر ایک بچہ کو جو اسے دکھائی دیتا ہے۔ سینہ سے لگاتی ہے کہ شاید یہی میرا بچہ ہو۔ فرمایا۔ تم نے دیکھا کہ اس ماں کو اپنے بچہ کے کھوتے جانے کا کس قدر کرب ہے، لیکن اللہ تعالےٰ کو اپنے بندے کے گم ہونے سے اس سے کہیں زیادہ کرب ہوتا ہے[۱]

سچی بات یہی ہے کہ ماں کیا اور باپ کیا۔ اللہ کی محبت اور اللہ کی آغوش واقعی ایسی آرام کی جگہ ہے۔ جس کی کسی کے ساتھ مثال ہی نہیں دی جاسکتی۔ بچہ ماں کی آغوش کو تمام جہان کے دکھوں سے آرام پانے اور ہر قسم کے خطرات سے محفوظ رہنے کی جگہ خیال کرتا ہے، لیکن وہ غلطی کرتا ہے۔ کیونکہ ماں کی حقیقت ہی کیا ہے۔ ایک چپڑاسی بھی اسے دھمکا سکتا ہے۔ یا بیوہ عورت دیکھ کر ظالم محلہ کے

---

[۱] بخاری کتاب الادب باب رحمۃ الولد و تقبیلہ و معانقتہٖ

لوگ ہی اس کو گھر سے نکال دیتے۔ یا طرح طرح کے دکھ دیتے ہیں اور وہ روتی ہوئی بچہ کو لے کر بے خانماں ماری ماری پھرتی ہے اور کچھ نہیں کر سکتی۔ مگر خدا وہ خدا ہے کہ جو انسان اس کی آغوش میں چلا جاتا ہے اس کا ساری دُنیا مل کر بھی کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ کوئی طاقت اسے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اور کوئی قوت اس پر غلبہ نہیں پا سکتی۔ اس لیے حقیقی اور پورے امن و آرام کی آغوش ایک اور صرف ایک ہی ہے اور وہ خدا تعالیٰ کی آغوش ہے۔ پس آغوش مادر کو خدا کی آغوش سے کیا نسبت، لیکن افسوس اور حیرت کا مقام ہے کہ ایک نادان بچہ تو مصیبت اور خطرہ کے وقت اپنی ماں کی آغوش کو ڈھونڈھتا ہے لیکن سمجھدار اور تجربہ کار انسان دُکھوں اور مصیبتوں میں بھی خدا کی آغوش میں آنے کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ حالانکہ جیسا آرام و آسائش اس میں مل سکتا ہے اور کہیں نہیں مل سکتا۔ کیونکہ جیسا خدا تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان اور رحم کرنیوالا ہے۔ ایسا کوئی نہیں ہے۔

چنانچہ سورۃ فاتحہ کو دیکھو اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝ اے انسانوں ذرا سوچو تو سہی کہ تمہارا کس سے تعلق ہے۔ اس اللہ سے تعلق ہے جو ساری سچی تعریفوں کا مالک ہے۔ پھر وہ ظالم اور جابر نہیں۔ بلکہ رحمٰن اور رحیم ہے۔ وہ اپنی چھوٹی سے چھوٹی مخلوق کو بھی رزق پہنچاتا ہے۔ اگر جنگل میں رہنے والے بھیڑیوں کے لیے رزق مہیا کرتا ہے تو ہوا میں رہنے والی مخلوق بھی اسی کی دی ہوئی روزی کھاتی ہے۔ اگر زمین میں پوشیدہ رہنے والے جانوروں کو ان کی خوراک پہنچاتا ہے۔ تو پانی میں رہنے والے جانوروں کو بھی وہی رزق دیتا ہے غرض ہر ایک مخلوق کے لیے اس نے سامان زلیست پیدا کیا ہوا ہے۔ اور اسے پہنچاتا ہے۔ کیا ایسا مہربان خدا انسان کے لیے آرام و آسائش کا سامان نہیں کریگا۔ غور کرو۔ مثلاً ایک شخص کے ہاں کوئی مہمان جائے اور میزبان اس کے نوکروں کے لیے ضروری چیزیں۔ اس کی بکریوں کے لیے پتے۔ اس کے گھوڑے کے لیے گھاس۔ اس کے اونٹ کے لیے کانٹے دار جھاڑیاں۔ اور اس کے کتوں اور بلیوں کے لیے گوشت غرض جتنے نوکر اور جس قدر جاندار اس کے ساتھ ہوں ان سب کے لیے آرام و آسائش کی چیزیں مہیا کرے اور سب کو کھانے پینے کی چیزیں دے۔ تو کیا ایسے میزبان کی نسبت یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے مہمان کے ٹھہرنے کے لیے مکان کا۔ اس کے کھانے کے لیے خوراک کا، اس کے آرام کے لیے بستر کا اور اس کی دیگر ضروریات کے پورا کرنے کا انتظام نہیں کرے گا۔ ہرگز نہیں کیونکہ جب وہ اپنے مہمان کی خاطر اس کے ساتھ کی ہر ایک چیز کو آرام پہنچا رہا ہے تو خود اس کو کیوں نہ پہنچاتے گا۔ پس ایسے میزبان کی نسبت بجز پاگل کے کوئی شخص خیال نہیں کرتا کہ وہ اپنے مہمان کو بھوکا رکھے گا۔ یا اس کے آرام کے

لیے کوئی انتظام نہ کریگا۔

اس بات کو مدِ نظر رکھ کر دیکھنا چاہیئے کہ کیا وہ خُدا جس نے تمام مخلوق کے لیے سامان پیدا کئے ہوئے ہیں جس نے مچھروں کے لیئے سانپوں کے لیئے بچھوؤں کے لیے کُتوں کے لیئے شیروں کے لیئے رزق پیدا کیا ہوا ہے۔ ان کے آرام کے سامان مہیا کئے ہوئے ہیں کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ وہ ان سب سے اشرف اور اعلیٰ مخلوق (انسان) کے لیے رزق مہیا نہیں کریگا۔ یا اس کے آرام کے سامان پیدا نہیں کریگا۔ اس نے سب کچھ کیا ہوا ہے لیکن جس طرح ایک نادان اور کم عقل انسان اپنے نہایت مہربان اور خاطر تواضع کرنے والے میزبان سے لڑکر چلا جاتا ہے۔ اور اس کی میزبانی کو رد کرکے اس آرام اور آسائش سے محروم ہوجاتا ہے جو وہ اسے پہنچانا چاہتا ہے۔ اسی طرح ناسمجھ اور ناشکرا انسان خدا تعالیٰ سے جنگ کرکے اس سے مُنہ موڑ لیتا ہے اور خدا تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے آرام کے اسباب سے فائدہ اُٹھانے سے بے نصیب رہ جاتا ہے پس اگر نادان انسان باوجود اس خاطر کے اپنے میزبان سے لڑکر چلا جائے۔ تو یہ اس کی بیوقوفی ہوگی۔

دیکھو حیوان اپنے مالک سے کبھی نہیں لڑتا۔ جو کچھ وہ اسے کھانے کو دیتا ہے کھا لیتا ہے اور اگر بھُوکا بھی رہے۔ تو بھی اس کے دروازے کو نہیں چھوڑتا۔ مگر انسان خدا سے لڑتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے خدا کی کیا پرواہ ہے۔ مگر یہ بات اکثر انسان زبان سے نہیں کہتے۔ بلکہ عمل سے کہتے ہیں۔ پس جب انسان خدا سے لڑتے ہیں۔ اُس کے حکموں کو توڑتے ہیں اور اس کی نعمتوں کی بےقدری کرتے ہیں تو ان پر طرح طرح کے عذاب آتے ہیں۔ بیماریاں پڑتی ہیں۔ زلزلے اور سیلاب آتے ہیں۔ لڑائیاں ہوتی ہیں۔ قحط پڑتے ہیں۔ اور ناشکر گذار لوگ تباہ و برباد کر دیئے جاتے ہیں۔ ان کے عزیز و خویش ہلاک کئے جاتے ہیں۔ یہ کیوں؟ اس لیے کہ جب خدا کسی نعمت اور کسی انعام اور کسی بخشش کرنے میں ذرا بھی کمی نہیں کرتا۔ تو پھر جو ایسے مہربان اور رحم کرنے والے خدا سے منہ موڑتے۔ اور نہ صرف منہ ہی موڑتے ہیں۔ بلکہ لڑائی مول لیتے ہیں۔ انھیں اس ناشکر گذاری کا مزا چکھاتے۔ چونکہ خدا تعالیٰ بڑا رحم کرتا ہے اور انسان کو کسی نعمت کے دینے میں بخل نہیں کرتا۔ مگر یہ اس سے لڑائی مول لیتا ہے اور اس سے علیحدگی اختیار کرتا ہے۔ پھر وہ اس کی سزا بھگتتا ہے۔

اس زمانہ میں بھی یہ نظارہ ہمارے سامنے موجود ہے کہ چونکہ بہت سے لوگوں نے خدا سے لڑائی شروع کردی تھی اور خدا سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ اس لیے خدا نے ایک نبی کو مبعوث کرنا ضروری سمجھا جو انھیں بتائے کہ تمہاری تمام تکلیفوں اور مصیبتوں کا علاج خدا اور صرف خدا ہی کے پاس ہے۔

لیکن کیسے تعجب کی بات ہے کہ ایک بچہ جو اپنی ماں سے روٹھ کر اس کی گود سے نکلتا ہے، وہ تو ماں کے صرف اتنا کہدینے سے کہ ہَوّا آیا دوڑ کر ماں کی چھاتی سے لپٹ جاتا ہے۔ حالانکہ وہ تو جھوٹ موٹ کا ہَوّا ہوتا ہے۔ مگر اس بچہ پر اس قدر اثر کرتا ہے کہ اپنی تمام ناراضگی کو بھول جاتا ہے۔ اور اپنی ماں کی گود کو ہی اپنے لیے جائے حفاظت سمجھتا ہے، لیکن انسانوں کے سامنے سچ مچ کے ہَوّے عذابوں کی صورت میں آتے ہیں۔ اور خدا کا نبی بار بار اور بڑے زور سے ان کے آنے سے پہلے اطلاع دیتا ہے۔ تاکہ انسان اپنے خالق اور مالک کو راضی کر لیں اور اس کے آگے جھک جائیں۔ مگر یہ نہیں ڈرتے۔ اور اتنا تکبر دکھاتے ہیں کہ خدا کی طرف سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ قحط کی مصیبتیں اُٹھائیں گے مگر مہربان خُدا کی آغوش میں نہیں جائیں گے وباؤں اور بیماریوں سے اپنے ساتھیوں کو تباہ و برباد ہوتا دیکھیں گے مگر خدا کی طرف نہیں جھکیں گے۔ زلزلوں سے سیلابوں سے خانماں برباد ہو جائیں گے مگر خدا کی پناہ میں نہیں آئیں گے، لیکن خدا تعالیٰ باوجود ان کی ایسی سرکشی کے پھر بھی تمام کے تمام انسانوں کو ہلاک نہیں کرتا۔ نہ اُن کی زلیست کے تمام سامانوں کو بالکل تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ بلکہ بہت سوں کو عبرت حاصل کرنے کے لیے زندہ رکھتا ہے۔ اور کچھ نہ کچھ سامان ان کی زلیست کے پیدا کرتا رہتا ہے، لیکن کیسا رونے کا مقام ہے کہ ایک بچہ جو نادان ہے۔ وہ تو اتنی دانائی کرتا ہے کہ جب کوئی خوف وخطرہ دیکھتا ہے تو اپنی ماں کی آغوش میں جاتا ہے، لیکن انسان دانا ہو کر مصائب اور آرام کے وقت دکھ اور تکالیف کے وقت خدا کی آغوش میں جانے سے انکار کر دیتا ہے اور جو خدا کی طرف بُلاتا ہے اس پر ہنسی اور تمسخر کرتا اسے احمق اور مجنون بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے خدا کی ضرورت نہیں۔

نادان کہنے کو تو کہدیتا ہے کہ خدا کی ضرورت نہیں حالانکہ جس زبان سے وہ یہ بات کہتا ہے۔ وہ بھی خدا ہی کی دی ہوئی ہے اور دوسری تمام چیزیں جن کی وجہ سے یہ خدا کو بھولا ہوا ہے وہ بھی سب خدا ہی کی دی ہوئی ہیں۔ یہ ایسی ہی بات ہے کہ جیسے ایک کمزور اور ناتواں انسان کسی کے کندھے پر ہاتھ رکھکر کھڑا ہو اور ساتھ ہی یہ بھی کہے کہ مجھے تمہارے سہارے کی ضرورت نہیں حالانکہ اسکے سہارے کے بغیر وہ کھڑا نہ رہ سکے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی سُنّت ہے کہ وہ اپنے سے بھاگنے والے سرکشوں اور اپنے دشمنوں کو بھی رزق پہنچاتا اور سہارا دیتا ہے اور یہ اس کی رحیمیت کا نشان ہے۔ دیکھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن خُدا کے دشمن تھے۔ ابوجہل چونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن تھا۔ اس لیے خدا کا بھی دشمن تھا، مگر خدا اس کو رزق دیتا تھا۔ کیوں اس لیے کہ آخر تھا تو اسی کا بندہ۔ پس وہ لوگوں کو عذابوں میں ڈالتا۔ مصائب میں جکڑتا ہے۔ اور قحطوں میں گرفتار کرتا ہے۔ مگر ساتھ ہی ربوبیت بھی کرتا ہے۔ تاکہ تمام کے تمام ہلاک نہ

ہو جائیں۔ پس یہی وہ بات ہے جس کے باعث وہ سب کو ہلاک نہیں کرتا۔ کہ آخر ہیں تو میرے ہی بندے اور میری ہی مخلوق۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کا رحم سزا کے وقت بھی انسان کو نہیں چھوڑتا۔ بلکہ خدا کی طرف سے جو سزا آتی ہے وہ بھی اس کا رحم ہی ہوتا ہے۔ تا لوگ عبرت پکڑیں اور بڑے عذاب سے بچ سکیں۔

پس جس زمانہ میں انسان خدا سے جُدا ہو جاتے ہیں اور اس سے مُنہ موڑ لیتے ہیں خدا ان پر یہ رحم فرماتا ہے کہ ان کی بھلائی کی خاطر نبی مبعوث فرماتا ہے جو ان کو خدا کی طرف بُلاتا ہے۔ مگر دُنیا کے لوگ دُنیا کی طرف ایسے جُھکے ہوتے ہیں کہ اس کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے۔ اور اگر کرتے ہیں تو اس کی مخالفت اور دشمنی کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ اس کی دشمنی اس کی دشمنی نہیں ہوتی بلکہ خدا کی ہوتی ہے۔ کیونکہ خدا اس کے ذریعہ ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کے دشمن آپ کی مخالفت نہیں کرتے۔ حضرت مسیح کے دشمن حضرت مسیح کے دشمن نہیں تھے اور حضرت موسیٰ کے مخالف حضرت موسیٰ کے مخالف نہیں تھے۔ بلکہ وہ اس چیز کے دشمن تھے جو وہ دُنیا کے سامنے پیش کرتے تھے۔ اور وہ کیا تھا۔ وہ خدا اور اس کا کلام تھا۔ پس انبیاء کے دشمن ان کی ذات کے دشمن نہیں ہوتے۔ بلکہ خدا کے دشمن ہوتے ہیں۔ انبیاء تو گمنامی میں رہنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ بہ نسبت دُنیا میں ظاہر ہونے کے۔ لیکن خدا ان کو گوشۂ گمنامی سے کھینچ کر دُنیا کے سامنے لاتا ہے۔ پس چونکہ ان کو اپنی بڑائی منظور نہیں ہوتی بلکہ وہ خدا کی بڑائی کے خواہاں ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کی مخالفت ان کی مخالفت نہیں تھی۔ بلکہ خدا کی مخالفت تھی۔ اور ان کے مخالف خدا کے مخالف تھے مگر باوجود اس قدر مخالفتوں اور عنادوں کے جو وہ خدا کے نبیوں کے بالواسطہ خدا کے ساتھ کرتے رہے۔ خدا پھر بھی ان پر رحم فرماتا رہا ہے۔

اب غور کرنا چاہیئے کہ وہ خدا جو اپنی مخلوق کے ساتھ ایسا مہربان اور رحم کرنے والا ہے اسے اب ہو کیا گیا کہ دُنیا کو طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا کر کے تباہ کر رہا ہے۔ کوئی عقلمند جب اپنی بیوی اپنے بچوں اور اپنے بھائیوں پر ظلم نہیں کرتا۔ ان کے گلوں پر چُھری نہیں پھیرتا اور اپنے دوست کو قتل نہیں کرتا۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ وہ خدا جو اپنے بندوں پر ایسا رحم اور محبت کرنے والا ہے کہ اس کے رحم کے مقابلہ میں کسی کا رحم بھی پیش نہیں کیا جا سکتا وہ کیوں دُنیا پر طرح طرح کے عذاب بھیج رہا ہے کہیں قحط سے دُنیا ہلاک ہو رہی ہے۔ کہیں قتل و غارت کا زور شور ہے کہیں طاعون سے ہلاکت پھیل رہی ہے۔ اور کہیں ایسی ایسی بیماریاں پیدا کی جا رہی ہیں۔ جو اس سے قبل کبھی ظاہر نہیں ہوئیں۔

پس جبکہ خدا تعالیٰ طرح طرح کی آفات بھیج رہا ہے۔ غلہ اس نے کھینچ لیا ہے۔ وبائیں اس نے

پھیلا دی ہیں۔ جنگیں اس نے شروع کرا دی ہیں تو آخر اس کی کچھ وجہ تو ہونا چاہیئے۔

اس کی دو ہی وجہیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو یہ کہ وہ رحم کرنے والا خدا بدل گیا اور اس کی جگہ (نعوذ باللہ) کوئی سفاک اور ظالم خدا آ گیا، لیکن یہ بات بالکل غلط ہے۔ کیونکہ خدا میں ہرگز کوئی تغیر نہیں آ سکتا۔ اس لیے آج بھی وہی خدا ہے۔ جو آج سے قبل تھا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اب انسان وہ انسان نہیں رہے جو آج سے قبل ہوتے تھے اور جن پر خدا رحم کیا کرتا تھا بلکہ اس زمانہ کے انسانوں نے اپنی حالت کو بدل لیا ہے۔ جو اچھے تھے وہ مر گئے اور ظالم و سفاک اور دین سے لاپرواہ اور تقویٰ سے بے خبر اور گندے لوگ رہ گئے ہیں۔ پہلی وجہ چونکہ درست نہیں ہو سکتی۔ اس لیے یہی درست ہے اور درحقیقت بات بھی یہی ہے کہ موجودہ انسانوں نے ایک بڑی تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لی ہے اور چونکہ وہ خدا تعالےٰ سے اتنے لاپرواہ اتنے دُور اور اتنے سرکش ہو گئے ہیں جتنے اس زمانہ سے پہلے کبھی نہیں ہوئے تھے۔ اس لیے ان پر ہر قسم کی مصیبتوں اور تکلیفوں کے ایسے دروازے کھول دیئے گئے اور عذاب کے ایسے کتے چھوڑ دیئے گئے جیسے ان سے پہلے لوگوں پر کبھی نہیں چھوڑے گئے۔

پس یہ خیال بالکل غلط ہے کہ (نعوذ باللہ) خدا بدل گیا ہے۔ بلکہ بات یہ ہے کہ اس زمانہ کے انسانوں کی حالت نہایت خراب ہو گئی ہے۔ وہ نسل جو اچھی تھی گذر گئی اس کے بعد جو پیدا ہوئے وہ اچھے نہیں۔ خدا تو ازلی ابدی ہے۔ اس لیے اس میں کوئی نقص نہیں پیدا ہو سکتا، لیکن انسان چونکہ فانی ہستی ہے اس لیے نیکوں اور اچھے لوگوں کے مرنے کے بعد بُرے اور بدکار پیدا ہو سکتے ہیں اور ایسے ہی ہو رہے ہیں۔

اب چونکہ انسانوں نے خدا کو چھوڑ دیا ہے اس لیے اُنھیں آفتوں میں ڈالا گیا تا خدا کی ہی آغوش میں آئیں اور خدا کی آغوش کے سوا دُنیا میں کہیں امن نہیں۔ پس اب امن حاصل کرنے اور مصائب و آلام سے بچنے کا ایک ہی طریق ہے اور وہ یہ کہ خدا کے دروازے پر گر پڑیں۔ کیونکہ جو خدا کے دروازے پر گر پڑے وہ کبھی ہلاک نہیں کئے گئے۔ تاریخ اس کی شاہد ہے۔ دیکھو اہلِ عرب نے خدا کو چھوڑ دیا تھا وہ اس سے مُنہ موڑ چکے تھے۔ اس پر خدا نے ایک نبی کے ذریعہ ان کو اپنی طرف بُلایا۔ اور ایسے وقت میں بلایا جبکہ ان کی حالت بہت بُری تھی اور چونکہ اُنھوں نے خدا کی طرف آنے کی بجائے اس سے اور زیادہ سرکشی کی اس لیے خدا تعالیٰ نے انھیں سیدھا کرنے کے لیے عذابوں میں گرفتار کیا، لیکن جب وہ خدا کی طرف آ گئے تو ان تمام ذلتوں کو عزتوں سے تمام ہلاکتوں کو خوشحالیوں سے بدل دیا۔ اسی طرح

حضرت موسیٰ کی قوم کے ساتھ کیا گیا۔ جب وہ خدا سے دُور اور اسے چھوڑ چکے تھے۔ تو ہر قسم کی ذلت اور رسوائی میں گرفتار کئے گئے۔ ان کے لڑکے قتل کئے جاتے تھے۔ ان کی عورتیں بے عصمت و بے آبرو کی جاتی تھیں اور فرعون طرح طرح کی ذلتیں ان پر وارد کرتا تھا، لیکن جب وہ حضرت موسیٰ کے ذریعہ خدا کے آگے جُھک گئے تو پھر ایک طرف انھیں ذلیل ورسوا کرنے تکلیفیں اور دُکھ پہنچانے والے فرعون اور اس کی قوم کا جو کچھ انجام ہوا اسے دیکھو اور دوسری طرف ان کی حالت دیکھو کہ نہایت ذلیل اور رسوائی کی زندگی سے نکال کر حکمران بنا دیئے گئے۔

اسی طرح حضرت مسیح کی قوم کو دیکھو ایک وقت تو اس پر وہ آیا کہ بڑے بڑے دکھوں اور مصیبتوں میں گرفتار کی گئی۔ حتیٰ کہ اس کے خاص معبد میں سؤر کو ذبح کیا گیا۔ مگر خدا نے آخر انھیں کو حکومت دے دی۔

پس خدا جب عذاب نازل کرتا ہے تو اس لیے نہیں کرتا کہ اپنی مخلوق کو تباہ و برباد کر دے بلکہ عذاب کے لیے اس کی مہربانی ہی تقاضا کرتی ہے کہ میری مخلوق جو بگڑ گئی ہے اس کی اصلاح ہو جائے۔ تو یہ اس کے رحم کا ہی تقاضا ہوتا ہے کہ لوگ عذاب میں گرفتار کئے جاتے ہیں۔ دیکھو کوئی ایسا ڈاکٹر مریض پر رحم کرنے والا نہیں کہلا سکتا جو اس کے خراب اور سارے جسم میں فساد پھیلانے والے عضو کو نہیں کاٹتا کیونکہ ڈاکٹر کا مریض کے لیے یہی رحم ہے کہ اس کا جو عضو کاٹنے کے قابل ہے۔ اسے کاٹ دے تا کہ باقی جسم کی اصلاح اور حفاظت اس کے کاٹنے سے ہو جائے۔ پس جب ایک ڈاکٹر مریض کے جسم میں فساد ہوتا دیکھے گا۔ تو نشتر چلائیگا۔ اور کوئی پروا نہیں کریگا۔ کیونکہ یہی اس کے رحم کا تقاضا ہے۔ مثلاً کسی شخص کے مثانہ میں پتھری ہو تو ڈاکٹر کا رحم یہ نہیں ہوگا کہ اس کو چھوڑ دے بلکہ اس کا رحم اسے مجبور کریگا کہ نشتر چلائے اور جسم کو چیر کر اس تکلیف دینے والی چیز کو نکال ڈالے۔ تو جیسے ایک ڈاکٹر کا رحم اور ہمدردی مریض کا مرض دُور کرنے کے لیے نشتر چلانے کا تقاضا کرتی ہے۔ ایسے ہی خدا تعالیٰ کی رحمت بھی انسان کے فساد کو دُور کرنے کے لیے عذاب کا بھیجنا ضروری سمجھتی ہے اور جس طرح جب تک مرض دُور نہیں ہوتا۔ اس وقت تک ڈاکٹر کا نشتر کام کرتا رہتا ہے، لیکن جب مرض رفع ہو جاتا ہے تو مریض کو عمدہ غذائیں دی جاتی ہیں، ہر طرح اسے خوش رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اسی طرح خداوند کریم بھی اسی وقت تک عذاب دیتا ہے جب تک کہ لوگوں کی اصلاح نہیں ہوتی۔ اور جب انسانوں کی اصلاح ہو جاتی ہے تو پھر انھیں ہر قسم کے انعامات سے نوازتا ہے۔

مگر اب دیکھنا یہ چاہیئے کہ دُنیا میں یہ جو قسم قسم کی ہلاکتیں اور تباہیاں آرہی ہیں۔ ان کے لانے کا

موجب کیا ہوا ہے۔ یہ تو صاف ظاہر ہے کہ یہ بلا سبب اور بلا وجہ تو آ نہیں رہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ ٹھٹھا نہیں کرتا۔ اور نہ یہ اندھا راج ہے کہ "ٹکے سیر بھاجی ٹکے سیر کھاجا" کا حساب ہو سکتے ہیں کوئی بیوقوف راجا تھا اس نے اپنے حدود ریاست میں حکم جاری کر رکھا تھا کہ ہر ایک چیز ٹکے سیر بکے۔ ایک چیلے نے اپنے گرو سے کہا کہ باوا جی اس ریاست میں چلو وہاں بڑا مزا ہے۔ ہر ایک چیز ٹکے سیر بکتی ہے ہم خوب سیر ہو کر مٹھائی وغیرہ کھایا کریں گے۔ گرو نے کہا وہاں نہیں جانا چاہیئے کیونکہ اگر گئے تو ہم پر ضرور کوئی نہ کوئی مصیبت آئیگی، لیکن چیلا اصرار کر کے لے گیا اور کچھ دن تک خوب مٹھائیاں کھائیں اور خوب موٹے تازے ہو گئے۔ آخر اتفاق ایسا ہوا کہ ایک شخص نے کسی کو قتل کر دیا۔ قاتل کو گرفتار کر کے پھانسی کا حکم دیا گیا۔ جب اسے پھانسی دی جانے لگی تو جلاد نے کہا، چونکہ اس کی گردن پتلی ہے۔ اس لیے پھانسی کی رسی اس کے گلے میں پوری نہیں آتی۔ راجا نے کہا اس کی بجائے کسی موٹی گردن والے کو تلاش کر کے پھانسی دیدو آخر کسی کو تو پھانسی دینا ہی چاہیئے۔ اس پر گرو صاحب جن کی گردن موٹی تھی۔ پکڑ کر پھانسی دیدیئے گئے۔ یہ ایک ظلم و جور کی کہاوت مشہور ہے۔ اور ممکن ہے کسی نادان اور جہالت کے پتلے نے ایسا کیا بھی ہو، لیکن خدا کی نسبت اس قسم کا خیال بھی دل میں نہیں لایا جا سکتا وہ اپنے بندوں پر بڑا ہی رحیم و کریم ہے۔ اور کسی پر ایک ذرہ بھر ظلم روا نہیں رکھتا۔ وہ ہر ایک چھوٹی سے چھوٹی بات کا پورا پورا علم رکھتا۔ اور سب کچھ جانتا ہے۔ اس لیے اس کی طرف سے کسی پر ظلم نہیں ہو سکتا۔ جب یہ بات ہے تو پھر آجکل جو دنیا میں قتل و غارت تباہی و بربادی ہلاکت اور خونریزی ہو رہی ہے۔ نئی نئی بیماریاں اور وبائیں پھیل رہی ہیں قحط اور زلزلے آرہے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ یہ تو میں بتا آیا ہوں اور بتانے کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ ہر ایک وہ انسان جسے ذرا بھی عقل سے حصہ ملا ہے جانتا ہے کہ خدا نہیں بدلا اور نہ وہ بدلتا ہے۔ وہ جیسے پہلے تھا۔ ویسے ہی اب بھی ہے۔ اس لیے یہی ماننا پڑیگا کہ مخلوق کی حالت ہی نہایت خراب ہو گئی ہے۔ اسی لیے یہ عذاب آرہے ہیں۔ پس یہ جو نرالی ہلاکت ہے اور غیر معمولی عذاب جس کی اس سے پہلے کوئی نظیر نہیں پائی جاتی۔ بلا وجہ نہیں۔ اور نہ ہی اچانک بلا اطلاع آگیا ہے خدا تعالیٰ کی قدیم سے سنت ہے کہ عذاب بھیجنے سے پہلے لوگوں کو متنبہ کر دیا کرتا ہے۔

چنانچہ اس زمانہ میں بھی اس نے ایک رسول اپنے اس قانون کے ماتحت بھیجا کہ ماکنا معذبین حتی نبعث رسولا[1] ہم کبھی عذاب نہیں دیتے جب تک کہ پہلے رسول نہ بھیج لیں۔ اب وہ لوگ

---

[1] سورۃ بنی اسرائیل ۱۶:

جنہوں نے موجودہ عذاب سے پہلے آنے والے رسول کو نہیں پہچانا۔ اور قبول نہیں کیا۔ انھیں تلاش کرنا چاہیئے۔ کہ عذاب تو موجود ہے۔ جو اپنی نوعیت میں معمولی نہیں۔ بلکہ غیر معمولی ہے۔ پھر وہ رسول کہاں ہے، جو خدا تعالیٰ کے مذکورہ بالا قانون کے مطابق عذاب سے پہلے آنا چاہیئے تھا۔ اور اگر کہیں کہ خدا نے کوئی رسول نہیں بھیجا۔ تو گیا وہ خدا کو جھوٹا تسلیم نہیں کریں گے۔ پھر کیا وہ قرآن کو چھوڑ دیں گے کیونکہ خدا تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ عذاب سے قبل میں رسول بھیجتا ہوں اور جب تک آنے والی ہلاکت سے متنبہ کرنے کے لیے رسول نہ آئے میں عذاب نہیں دیتا۔ مگر یہاں عذاب تو مختلف شکلوں میں موجود ہے اور تباہی ہر طرف اپنے ہاتھ پھیلاتے ہوتے ہے، لیکن کہا جاتا ہے کہ رسول کا پتہ نہیں۔ کم ازکم قرآن کے ماننے والوں پر تو یہ حجت ہے۔ کیونکہ قرآن کریم نے ہی یہ قانون مقرر فرمایا ہے کہ اس وقت تک عذاب نہیں آتا جب تک کہ رسول نہ آئے پس اب جبکہ عذاب آگیا ہے۔ اور عذاب بھی ایسا ہے جو عالمگیر ہے۔ تو معلوم ہوا کہ خُدا کا رسول آچکا ہے اور رسول بھی کوئی معمولی رسول نہیں۔ بلکہ وہ بھی تمام دُنیا کے لیے رسول ہے۔ اور اس کا تعلق صرف ایک خطۂ زمین سے نہیں۔ بلکہ تمام روئے زمین کے باشندوں کے ساتھ ہے۔ کیونکہ اس وقت تباہی ساری دُنیا پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس لیے وہ رسول بھی ساری دُنیا کے لیے ہے۔ اور یہ ہم نہیں کہتے۔ بلکہ خدا کہتا ہے پس غور کرو کہ کیسا خوفناک وقت ہے۔ ایک عذاب ابھی پیچھا نہیں چھوڑتا کہ دوسرا اس سے بھی سخت آموجود ہوتا ہے طاعون ابھی گئی نہیں کہ اس کے علاوہ ایک اور نہایت خطرناک مرض نمودار ہوگیا ہے جس نے طاعون کا کام سنبھال لیا ہے چونکہ طاعون کو لوگوں نے اب معمولی بیماری سمجھ لیا تھا اس لیے خدا نے ایک اور مرض بھیجا جو طاعون سے الگ ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ جب دوزخیوں کی جلدیں جل جائیں گی تو ان کی جلدوں کو ہم بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب کو چکھ سکیں۔

وہاں تو جلدیں بدلی جائینگی، لیکن یہاں عذاب بدلے جا رہے ہیں۔ تاکہ لوگ ایک عذاب کے عادی ہو کر اسے معمولی نہ سمجھ لیں اور اس سے بے پروانہ ہو جائیں۔ پس فی الحال طاعون چلا گیا۔ چنانچہ اخباروں میں شائع ہو رہا ہے کہ آجکل طاعون سے چونکہ کوئی کیس نہیں ہوتا یا شاذونادر ہوتا ہے اس لیے یہاں سے چلا گیا اور اس کی بجائے خدا نے ایک نئے مرض کو بھیجدیا۔ اور اس بات سے خدا تعالیٰ نے اپنے اس رسول کے ذریعہ جسے اس نے ان عذابوں سے پہلے بھیجا، آگاہ کر دیا تھا کہ میں نئے نئے امراض بھیجونگا چنانچہ اب وہ بھیج رہا ہے اور اس نئے مرض سے قریباً ۸۰۰ روزانہ موتیں صرف بمبئی میں ہوتی ہیں اور علاقہ کی حالت تو اور بھی خراب ہے۔ پھر پنجاب کے ہر قریہ ہر قصبہ اور ہر شہر میں اس

نے طوفان مچا رکھا ہے اس کی خبر حضرت مسیح موعودؑ نے خدا تعالیٰ سے پا کر بہت عرصہ قبل دی تھی۔ چنانچہ آپ کو الہام ہوا تھا الامراض تشاع والنفوس تضاع[1] کہ امراض پھیلاتے جائیں گے اور جانیں ضائع کی جائیں گی۔ یہ الہام آپ نے آج سے پچیس سال قبل شائع فرمایا تھا۔ پس آج وہ پورا ہو رہا ہے۔ جبکہ نئی نئی قسم کی وبائیں دُنیا میں پھیل رہی اور انسانوں کو ہلاک کر رہی ہیں۔

مجھے وہ درجہ تو حاصل نہیں ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کو حاصل تھا۔ آپ خُدا کے نبی اور رسول تھے لیکن آپ کی نیابت سے جو درجہ حاصل ہے اس کی وجہ سے خدا تعالےٰ نے اب سے قریباً چار سال پہلے اس بیماری کے متعلق بذریعہ رویاء اطلاع دی تھی۔ وہ رؤیاء میں نے اسی مسجد میں درس کے وقت لوگوں کو سُنا دی تھی۔ اور شائع* بھی ہو چکی ہے۔

---

* یہ رؤیاء ۱۳ دسمبر ۱۹۱۴ء کے اخبار الفضل میں شائع ہو چکی ہے۔ جو بہ لفظہٖ درج ذیل ہے:۔
"جیسی اس مسجد (مسجد اقصیٰ) میں بیچوں بیچ ایک نالی جاتی ہے۔ اسی طرح کی ایک نہر ہے اور وہ بہت دُور تک چلی جاتی ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بڑا پانی ہے مگر بندوں کی وجہ سے اس کے اندر ہی بند ہے۔ اس کے اردگرد ایک نہایت خُوبصورت باغ ہے۔ مَیں اس میں ٹہل رہا ہوں۔ اور ایک اور آدمی بھی میرے ساتھ ہے۔ ٹہلتے ٹہلتے نہر کی پرلی طرف مَیں نے چودھری فتح محمد صاحب کو دیکھا اتنے میں ایک شخص آیا اور میرے ساتھ میرے گھر کی مستورات بھی ہیں اس نے مجھے کہا کہ گھر کی مستورات کو پردہ کی تکلیف ہوتی ہے انھیں کہدیں صرف باغ میں ٹہلیں۔ مَیں جب اس جگہ سے ہٹ کر دوسری طرف گیا ہوں تو مجھے بڑے زور سے پانی کے بہنے کی سر سر آواز آئی۔ اس وقت میں جس طرح پُرانے مقبرے بنے ہوتے ہیں۔ ویسے مکان میں کھڑا ہوں وہ مقبرہ اس طرح ہے جس طرح بادشاہوں کی قبروں پر بنے ہوتے ہیں۔ مَیں اس کی چھت پر چڑھ گیا ہوں۔ اور اس کی کئی چھتیں اونچی نیچی ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ بنی ہوئی ہیں۔ مجھے پانی کی سرسر کی جو آواز آئی تو مَیں نے اسی نہر کی طرف دیکھا۔ یا تو وہ ایسا خوبصورت نظارہ تھا کہ پرستان نظر آتا تھا یا ہر جگہ پانی پھرتا جاتا تھا۔ عمارتیں گرتی جاتی تھیں درخت دبے جاتے تھے گاؤں اور شہر تباہ ہوتے جاتے تھے۔ پانی میں لوگ ڈوب رہے تھے۔ کسی کے گلے گلے کسی

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

---

[1] تذکرہ ص ۳۴۷

میں نے دیکھا کہ طوفان بڑے زور کا آیا ہے اور بہت بلند ہوتا جا رہا ہے۔ لوگ مر رہے ہیں مکان گر رہے ہیں۔ درخت ٹوٹ رہے ہیں۔ اس وقت چودھری فتح محمد صاحب کو میں نے دیکھا۔ آخر پانی بڑھتے بڑھتے اس مکان کی چھت پر چڑھنا شروع ہوگیا جس پر ہم کھڑے تھے۔ اس وقت میں بہت گھبرا گیا اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ لیکن ہر طرف پانی ہی پانی نظر آتا تھا۔ جب پانی چھت پر بھی آنے لگا۔ تو میں نے زور زور سے یہ کہنا شروع کیا۔ اَللّٰھُمَّ اھْتَدَیْتُ بِھُدَیْکَ وَاٰمَنْتُ بِمَسِیْحِکَ اس وقت مجھے حضرت مسیح موعودؑ بھی آتے ہوئے معلوم ہوتے اور اپنے لوگوں کو تاکید کی کہ یہی فقرہ پڑھیں۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ "اے خدا میں تیری ہدایت کے ذریعہ ہدایت پاتا ہوں۔ اور تیرے مسیح پر ایمان لاتا ہوں۔ یہ میں نے پڑھنی شروع کی۔ تو وہ طوفان اُتر گیا۔

اس رؤیا میں جو طوفان دکھایا گیا ہے۔ اس سے جنگ یورپ تو مراد ہو نہیں سکتی۔ کیونکہ اس وقت جنگ ہو رہی تھی اور چودھری صاحب ولایت میں تھے۔ پھر پانی سے مُراد وبا ہوتی ہے۔ اب جبکہ چودھری صاحب بھی یہاں آگئے ہیں۔ تو یہ وبا شروع ہوئی ہے۔ جو دکھلائی گئی تھی۔ پس اس سے نجات پانے کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کو جو اس زمانہ کے رسول ہیں۔ مانا جائے کیونکہ اس نبی کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

کے منہ تک کسی کے سر کے اوپر پانی چڑھا جاتا تھا اور ڈوبنے والوں کا بڑا دردناک نظارہ تھا یکلخت وہ پانی اس مکان کے بھی قریب آگیا جس پر میں کھڑا تھا۔ اور اس کی دیواروں سے ٹکرانا شروع ہوگیا آگے پیچھے کی آبادی کو تباہ و برباد ہوتا دیکھ کر بے اختیار میرے منہ سے نکل گیا "نوح کا طوفان" پھر پانی اس مکان کی چھت پر چڑھنا شروع ہوا اس کے اردگرد جو دیوار تھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پانی اسے توڑ کر اندر آنا چاہتا ہے اور لہریں دیوار کے اوپر سے نظر آتی تھیں اس وقت میں نے گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھا مجھے کہیں آبادی نظر نہیں آتی تھی اور پانی ہی پانی نظر آتا تھا جب پانی چھت پر بھی آنے لگا تو میں نے گھبراہٹ میں پکار پکار کر اس طرح کہنا شروع کیا۔ اَللّٰھُمَّ اھْتَدَیْتُ بِھُدَیْکَ وَاٰمَنْتُ بِمَسِیْحِکَ اس وقت مجھے ایسا معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام دوڑے چلے آتے ہیں اور گویا لوگوں سے فرماتے ہیں کہ یہی فقرہ پڑھو تب تم اس عذاب سے بچ جاؤ گے مجھے حضرت مسیح موعودؑ نظر نہیں آئے، لیکن یہ میرا خیال تھا کہ آپ لوگوں کو یہ فرما رہے ہیں۔ اتنے میں میں نے دیکھا کہ پانی کم ہونا شروع ہوا اور چھت گیلی گیلی نظر آنے لگی۔ اسی گھبراہٹ میں میری آنکھ کھل گئی۔"

انکار کے باعث ہی یہ عذاب آیا ہے اور یاد رکھنا چاہیئے یہ عذاب ایسے ہیں جیسے ماں غصہ سے بچّہ کو تھپیڑ مارتی ہے جبکہ وہ غلطی کرتا ہے، لیکن جب وہ غلطی کو چھوڑ دیتا ہے تو اس کو پیار کرتی ہے۔ پس خُدا کے نبی پر جو خدا کی طرف بُلاتا ہے۔ ایمان لاؤ تا کہ نجات پاؤ۔ اگر ایسا کرو گے تو وہی خُدا جو اب طرح طرح کے عذاب نازل کر رہا ہے۔ اپنی رحمت کے دروازے کھول دیگا۔ اور اپنے انعامات سے مالا مال کر دیگا۔ احادیث سے ثابت ہے کہ قیامت جب آئے گی تو شریروں پر آئے گی۔ پس جب تک نیک بندے ہوں گے خدا ہلاک نہیں کریگا۔ آجکل یہ مرض اس شدت سے پھیلا ہوا ہے کہ جس کی انتہا نہیں۔ کثرت سے گھروں کے گھر بیمار پڑے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ بہت کم لوگ ہوتے ہیں۔ جو دوسرے کی مصیبت کو دیکھ کر نصیحت پکڑتے ہیں۔ وقت تنگ ہوگیا ہے ورنہ اس کے متعلق بہت کچھ بیان کرتا۔ انشاء اللہ کسی اگلے جُمعہ کے خُطبہ میں بیان کروں گا۔“

(الفضل ۲ر نومبر ۱۹۱۸ء)